رسول اللہ ﷺ بحیثیت حکیم و مدبر

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے کہ آپ کی سیرت پاک پر لکھنے والوں کا ایک طویل سلسلہ اول روز سے قائم ہے اور آج تک قائم و دائم ہے۔ کبھی بھی تسلسل میں فرق نہیں آیا۔ عربی کے علاوہ دنیا کی ہر بڑی زبان میں سیرت پر کتابیں موجود ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلمانوں نے بھی کثرت سے سیرت پر کتابیں لکھیں۔ دنیا میں کسی دوسرے فرد کو اتنے کثیر سوانح نگار نہیں ملے۔ یہ بھی ورفعنا لک ذکرک کی ایک تفسیر ہے۔ ان سوانحی کتب میں بعض امور تو بالکل نمایاں ہوگئے ہیں لیکن بعض دوسرے اہم امور دب گئے ہیں۔ اس لئے آج کی صحبت میں ہم سیرت طیبہ کے ایک پہلو ''بحیثیت حکیم و مدبر'' پر روشنی ڈالیں گے۔

مدبر اور حکیم کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جو شخص اپنے مقصود اور مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے موزوں اور مناسب اسباب و ذرائع اور وسائل فراہم کرے۔ پھر ان کو بروقت اور صحیح طریقے سے استعمال کرے۔ موانعات اور مزاحمتوں کو تدابیر سے رفع کرے کم سے کم طاقت اور قوت کا استعمال کرے۔ اس طرح سے کم سے کم مدت میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے، اپنا مطلوب اور مراد حاصل کرلے، اور پھر اپنے پیچھے ایسے مخلص جاں نثاروں کا گروہ چھوڑ کر جائے جو ان مقاصد کے حصول میں سر دھڑ کی بازی لگادیں، جو ان مقاصد کو چار دانگ عالم میں غالب اور کارفرما بنادیں۔ حتی کہ رہتی دنیا تک پھر ان مقاصد کا ڈنکا بجتا رہے۔ ایسے رہبر اور رہنما اور ایسے مدبر اور حکیم کی کامیابی اور فائزالمرامی میں کسی کو کیا کلام ہوسکتا ہے۔ بس وہی حقیقی ہادی ہے اور وہی حقیقی قائد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیمات دنیا میں رائج کرنا چاہتے تھے، جو دین دنیا میں پھیلانا چاہتے تھے۔ اس کی بنیاد اور اس کا مرکزی نقطہ توحید کی تعلیم ہے۔ آج چودہ سو سال کی مدت گزر

جانے کے بعد منطقی اور کلامی بحثوں کے نتیجے میں جب ہمارے سامنے توحید کا لفظ بولا جاتا ہے تو ذہن فوراً منطقی بحثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ توحید فی الذات، توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات کے الفاظ دماغوں میں گونجنے لگتے ہیں۔ لیکن جن قریشیوں اور جن عربوں کے سامنے سب سے اول یہ تعلیم پیش کی گئی تھی، وہ نہ منطقی تھے اور نہ فلسفی تھے، وہ سیدھے سادے انسان تھے۔ انہوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا مفہوم وہی سمجھا جو ان کے ذہن میں بغیر تکلیف اور بغیر تکلف کے آیا۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ کلمہ ہم کو دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے معبودوں کی عبادت ترک کر دیں۔ اپنے سرداروں، اپنے مذہبی پیشواؤں اور اپنے سیاسی حاکموں کی بات ماننا چھوڑ دیں۔ بس صرف ایک اللہ کی بات مانیں۔ اسی کے مطیع و فرماں بردار بن کر رہیں۔

بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰـهِ النَّاسِ ۝ (۱)

سے یہی بات ان کے ذہن میں آتی تھی۔ جو کچھ انہوں نے سمجھا وہ بالکل درست تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو جو خط لکھا تھا۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔

امابعد! فانی ادعوکم الی عبادۃ اللّٰہ من عبادۃ العباد، وادعوکم الی ولایت اللّٰہ من ولایت العباد۔ (۲)

میں تم کو انسانوں کی عبادت سے نکال کر خدا کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں تم کو انسانوں کی ولایت (حمایت ونصرت) سے نکال کر خدا کی ولایت میں آنے کی دعوت دیتا ہوں۔

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا مشن انسانوں کو انسانوں کی اطاعت و فرماں روائی سے نکالنا تھا۔ اور اس کی جگہ صرف خدائے واحد کی حاکمیت اور عبادت کا نظام قائم کرنا تھا۔

اس دور کے عام انسان بھی عبادت کا یہی مفہوم سمجھتے تھے۔ قادسیہ کی جنگ سن ۱۴ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتقال کئے ہوئے صرف تین سال گزرے تھے۔ اس جنگ میں ایرانی سپہ سالار رستم کے دربار میں صحابی رسول ربعی بن عامرؓ نے اسلام کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

...... فقالوا له ماجاء بكم فقال ، اللّٰه ابتعثنا، لنخرج من شاء من عبادة العباد الى عبادة اللّٰه ، ومن ضيق الدنيا الى سعتها، ومن

جور الادیان الی عدل الاسلام ، فارسلنا بدینه الی خلقه لندعوهم الیه۔ (۳)

رستم: تم یہاں کیوں آئے ہو؟

ربعیؓ: اللہ نے ہمیں بھیجا ہے۔ تاکہ ہمارے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے بندوں کی عبادت سے نکالے اور اللہ کی عبادت میں لے آئے، جس کو چاہے دنیا کی تنگی سے نکالے اور وسیع دنیا میں لے آئے۔ مذاہب کے جور ستم سے نکال کر اسلام کے عدل وانصاف میں لے آئے۔ اس نے ہم کو اپنا دین دے کر اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ ہم مخلوق کو اس کی طرف بلائیں۔

ان الفاظ پر غور کیجئے، لا الہ الا اللہ ایک انقلابی دعوت تھی۔ صحابہ کرامؓ اس انقلابی دعوت سے سرشار تھے۔ وہ اس دعوت کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے سرگرم عمل تھے۔ جو نادان لوگ ان پر جہاں گیری اور شاہنشاہیت کا الزام لگاتے ہیں وہ کتنے ناواقف ہیں، اور کس قدر غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

جس توحید کی دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں قریشیوں کو دے رہے تھے وہ ایک انقلابی دعوت تھی۔ اہل قریش اچھی طرح سے جانتے تھے کہ اس دعوت کی زد ہمارے بتوں پر پڑتی ہے۔ ہمارے مذہبی رہنماؤں پر پڑتی ہے۔ ہمارے قبائلی سرداروں پر پڑتی ہے، ہمارے رسوم و رواج پر پڑتی ہے۔ ہمارے کاروبار اور تجارت پر پڑتی ہے۔ ہماری ساری انفرادی اور معاشرتی زندگی پر پڑتی ہے۔ ممکن ہے بعض سادہ لوح اعراب اس انقلابی دعوت کا مفہوم اتنی گہرائی میں نہ سمجھتے ہوں، مگر ان کے مذہبی اور قبائلی سردار خوب خوب سمجھتے تھے کہ اس دعوت کے بعد ان کی بالادستی ختم ہو جائے گی۔ یہ بالادستی اور استحصال کا معاشرتی نظام ختم ہو جائے گا، انہوں نے سادہ لوح اعراب کو بھی اصل حقیقت سمجھادی تھی اور ان کو نئے دین کے خلاف بھڑکا دیا تھا۔ صف آرا کر دیا تھا۔

ہم مسلمان اسلام میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے بت پرستی کا صحیح مطلب نہیں سمجھتے۔ اس کی قوت اور اس کی گرفت کا ہمیں صحیح طور پر اندازہ نہیں ہے۔ مکہ کے بت پرست ماحول میں اس نظام کی گرفت انسانوں کے دلوں اور دماغوں پر جس قدر تھی اس کا ہمیں صحیح ادراک نہیں ہے۔

مٹی، پتھر، سونے چاندی کا ایک مجسمہ ایک بت ہوتا ہے۔ یہ تو اس کا ظاہری اور مرئی حصہ

ہے۔ اس کے پس پردہ ایک غیر مرئی داستان ہوتی ہے۔ اس میں اس کے حسن و عشق کے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کی طاقت اور قوت کی داستانیں ہوتی ہیں۔ اس کے غصے، جلال اور قہرمانی کے واقعات ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کی محبت و شفقت کے واقعات ہوتے ہیں۔ اس کی جود و عطا و بخشش کی داستانیں ہوتی ہیں۔ وہ ہمہ صفت موصوف اور ہمہ قوت متصف ہوتا ہے۔ گھڑی میں ناراض ہو تو بھسم کر ڈالے۔ اور گھڑی میں اگر خوش ہو تو نہال کر دے، باغ و بہار کر دے۔ اس کی ساری قوتیں اور طاقتیں غیر مرئی ہیں مخفی ہیں۔ انسانوں کی دسترس سے باہر ہیں ان داستاوں کو سن کر ایک انسان کو اپنی بے بسی اور بے کسی کا شعور ہوتا ہے۔ وہ اس بت سے رحم و کرم کا امیدوار رہتا ہے۔ بتوں کی عبادت کا طریقہ بڑا پیچیدہ بنایا جاتا ہے۔ جزئیات اور تفصیلات میں انتہائی زور ہوتا ہے۔ ایک معتقد عبادت کے طریقے سے گزرتا ہے تو اس کے ذہن اور نفس پر بت کی عظمت اور طاقت کا سکہ جم جاتا ہے۔ سالوں اس طرح عبادت کرنے سے اپنی بے کسی اور بت کی عظمت ذہنوں میں راسخ ہو جاتی ہے۔ صدیوں سے جہاں بت پرستی رائج ہے وہاں ساری قوم پوری طرح عظمت کی قائل اور ماننے والی بن جاتی ہے۔

مذہبی گروہ، مذہبی پیشوا، پروہت یا پادری اس بت کے مقرب ہونے کے سبب عظمت کے مالک ہو جاتے ہیں۔ وہ اس بت کے متکلم (Spoken man) بن جاتے ہیں۔ وہ جو کہدیں وہ حق ہے اور حرف آخر ہے۔ اس کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہوتا، ساری بت پرستانہ شریعت زبانی احکام پر چلتی ہے۔ ان کی دینی پیشوائی درحقیقت بڑی مستحکم حاکیت اور حکومت ہوتی ہے۔ دنیاوی سردار اور بادشاہ بھی بت پر چڑھاوا چڑھا کر، سونے کا بت بنا کر، مندر بنا کر، دروازہ چڑھا کر، یا کسی طریقے سے اس کی خدمت کر کے وہ بھی اس کی عظمت میں شریک ہو جانا چاہتے ہیں۔ اس طرح وہ بھی عوام پر اپنا حکم اقتدار مستحکم کرتے ہیں۔

اس پورے نظام بت پرستی پر جو شخص بھی سنجیدگی سے غور کرے گا وہ محسوس کرے گا کہ انسانوں کو غلام بنانے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اگلے زمانے میں تو بت پرستی ہی واحد طریقہ تھا۔ آج کل علم و فن کی ترقی کے ساتھ ذہنوں کو غلام بنانے میں پریس و پروپاگنڈا، ریڈیو، اور ٹی وی بھی بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ خالی از علت بات نہیں تھی کہ اسٹالن نے حکم دیدیا تھا کہ ہر کاشت کار اپنے کھیت میں ہر دفتر میں میری تصویر لگائے، ماؤ نے حکم دیدیا تھا کہ صبح اٹھتے ہی میری لال کتاب کی تلاوت کیا کرو۔ پاکستان کے ایک وزیر کا وطیرہ تھا کہ صبح اٹھتے ہی اخبارات میں

یہ دیکھتا تھا کہ میری تصویر چھپی ہے یا نہیں۔ اور چھپی ہے تو کہاں چھپی ہے۔ مگر جدید طریقوں کے مقابلے میں غلام بنانے کا ذہنوں کو ماؤف اور مسحور کرنے کا سب سے بہتر طریقہ بت پرستی ہے۔ وہ کتنا بڑا زیرک اور کتنا بڑا شاطر انسان ہو گا جس نے دلوں کو غلام بنانے کا یہ طریقہ ایجاد کیا تھا۔

اس بت پرستی کو اس غلامانہ ذہنیت سازی کے ادارے کو وہ مصلح اعظم کیسے برداشت کر سکتا تھا جو انسانوں کو ساری انسانیت کو انسانوں کی اور ہر باطل کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے آیا تھا۔ اس نے پوری قوت سے لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا۔ یہ نعرہ ہر قسم کی غلامی کے لئے موت کا حکم ہے۔ یہ نعرہ انسانوں کی آزادی کا پروانہ ہے۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا فیضان ہے۔ کہ مسلمان ان ساری خرافات سے پاک ہیں۔

نے خداہا ساختیم از گاؤ خر
نے حضور کاہناں افگندہ سر
نے سجودے پیش معبودان پیر
نے طواف کوشک سلطان و میر
ایں ہمہ از لطف بے پایان تستؐ
فکر ما پروردۂ احسان تستؐ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے خلاف وہ شاہ ضرب لگائی، وہ انقلابی نعرہ بلند کیا کہ جو اقوام بت شکنی کر کے مسلمان ہو گئیں وہ تو دائرہ توحید میں آ گئیں۔ لیکن جو مسلمان نہ ہوئیں وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ از خود ان کے اندر توحید کی اصل کو ڈھونڈ کر نکالا جانے لگا۔ بت پرستوں کا موقف اب مدافعانہ ہو گیا بت پرستی کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ الناس، آیت ۲،
۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ / الوثائق السیاسیہ / طبعہ فاحہ / ص ۱۷۵، وثیقہ ۹۳،
۳۔ ابن کثیر / البدایۃ والنہایہ / بیروت / ج ۷، ص ۴۶،